سائنسی تحقیق، عصری علوم اور دینی مدارس

Scientific Research , Modern Education and Madaris

(دوسری اور آخری قسط)

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ
کارک انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

کیا دینی مدارس کا مقصد سائنسی تحقیق کروانا ہے؟

جس طرح میڈیکل کالج کا مقصد طب کی تعلیم دینا ہے، انجینئر نگ یونیورسٹی کا مقصد انجینئر نگ کی تعلیم دینا ہے، لاء کالج کا مقصد قانون کی تعلیم دینا ہے، بعینہ اسی طرح دینی مدارس کا مقصد دینی علوم کی تعلیم دینا ہے، تاکہ علماء کی ایک معتد بہ تعداد معاشرے کی ضرورت کے لیے تیار ہو سکے اور جو اپنا تن من دھن لگا کر دین کی خدمت کر سکے۔ پھر دینی علوم میں شعبہ جات اتنے سارے ہیں کہ اس چھوٹی سی زندگی میں تمام شعبہ جات کے اندر مہارت حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اسی واسطے دینی مدارس میں مختلف تخصُّصات موجود ہیں، پھر ان تخصُّصات کے بعد بھی علم میں رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک لمبی عمر درکار ہے۔ اور بات صرف دینی علوم تک محدود ہوتی تو ٹھیک مگر دینی علوم اور مدارس کے اندر تقویٰ اور للّٰہیت کی لائن سے بھی بہت سارے میدان ہیں، جن کو طلبہ نے سر کرنا ہوتا ہے اور پھر کہیں جا کر ایک راسخ العقیدہ عالم اور مفتی تیار ہوتا ہے۔

اگر ہم مروجہ درسِ نظامی کے نصاب کو دیکھیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ پوری تندہی، خلوص اور لگن کے ساتھ ۸ سے ۱۰ سال لگانے کے بعد دینی علوم کے اندر استعداد پیدا ہوتی ہے۔ بعینہ یہی صورتِ حال عصری علوم اور تحقیق کرنے والوں کو بھی پیش آتی ہے۔ اب چونکہ دینی مدارس کا مقصد دینی علوم کی استعداد پیدا کرنا ہوتا ہے تو طالب علم طب، کیمیا، قانون، ریاضی، اور دیگر سائنسی علوم میں مہارت حاصل نہیں کرسکتا۔ ہاں! البتہ بنیادی معلومات جو کہ عصری علوم کے طلبہ کو بھی دی جاتی ہیں، ان علماء حضرات کو بھی ملتی

سوال بھی بجا ہے کہ دینی مدارس کو ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ علمائے کرام کا مقصد ڈگریوں کا حصول نہیں، نیز پیسوں اور اعلیٰ عہدوں کا حصول بھی ان کا مقصد نہیں تو پھر وہ یہ راستہ اختیار ہی کیوں کریں؟!

وفاق المدارس کے نظم کے تحت فقہی مقالات کی تدوین واشاعت اور ان کے جانچنے کا ملکی نظم

الحمدللہ وفاق المدارس کے نظم کے تحت مدارس کی نمائندہ جماعت کا ماہنامہ شمارہ ’’وفاق‘‘ وفاق المدارس سے متعلق خبروں کو چھاپتا رہتا ہے اور اس کے اندر مختلف تحقیقی مقالہ جات بھی چھپتے رہتے ہیں۔ ایک ترتیب یہ بھی شروع کی جاسکتی ہے کہ وفاق المدارس ایک بین الاقوامی تحقیقی جریدے کا اجراء کرے اور اس کے اندر ایک ایڈوٹوریل بورڈ Editorial Board تشکیل دیا جائے، جس کے اندر ایڈیٹر ان چیف اور ایڈیٹرز ہوں اور یہ تمام حضرات پورے پاکستان کے نامور علمائے کرام ہوں اور اپنے اپنے دینی شعبہ جات میں مہارت رکھتے ہوں، اور پھر پورے پاکستان کے تمام مدارس کے تخصص کے طلبہ تحقیقی مقالہ جات اس جریدے کے اندر چھاپنے کے لیے بھیجیں۔ پھر ان فقہی مقالہ جات کی مروجہ سائنسی طریقے کے مطابق جانچ پڑتال کی جائے اور صرف انہی فقہی مقالہ جات کو اس جریدے کا حصہ بنایا جائے جو کہ متعین کردہ معیار پر پورا اُترتے ہوں۔ اس سارے نظم کے تحت پورے پاکستان کے فقہی مقالات کو ایک دینی جریدے کی شکل میں شائع ہونے کا باقاعدہ موقع مل جائے گا۔

علمائے کرام کی خدمت میں کچھ گزارشات

آخر میں گزارش یہ ہے کہ جو علمائے کرام اور مفتیانِ کرام پاکستان کی عصری علوم کی جامعات سے پی ایچ ڈی اور تحقیق کررہے ہیں تو ان کو خصوصی طور پر محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ آج کل چونکہ ہمارے ملک پاکستان کی عصری جامعات کے اندر بنیاد چونکہ ڈگری اور پیسے کا حصول ہے اور تحقیق ان کا مقصد نہیں ہے تو لامحالہ یہ چیز ہمارے علمائے کرام کے سامنے بھی پیش آئے گی اور جو علمائے کرام اور مفتیانِ کرام ان عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کریں گے، ان کے اندر سائنسی استعداد کی کمی ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ سائنس اسی کا نام ہے، جو کہ انہوں نے ان عصری جامعات کے اندر سیکھی ہے۔ اب اگر اصولی طور پر دیکھا جائے تو قصور ان عصری جامعات اور سائنسدان حضرات کا ہے جو کہ غیر معیاری تحقیق کروا رہے ہیں اور اسی کی بنیاد پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تفویض کررہے ہیں۔

انتہائی ادب کے درجے کے اندر رہتے ہوئے ہم علمائے کرام کی خدمت میں کچھ گزارشات رکھنا چاہتے ہیں:

پہلی چیز تو یہ ہے کہ اگر ہم نے سائنسی علوم پر کام کرنا ہے تو پھر ان کے اصولوں اور معیارات

کے مطابق ہی تحقیق کرنی ہوگی۔ اس میں سب سے بنیادی بات تو سائنسی تعلیم کا حصول ہے اور پھر اس میں رسوخ ہے۔ اگر پروفیشنل ڈگریوں کی بات کی جائے تو چاہے آپ حکومتی اسکولوں سے پڑھے ہوں یا کیمبرج نظامِ تعلیم والے اسکولوں سے، آپ پروفیشنل ڈگری کا حصول کریں گے، مثلاً آپ انجینئرنگ کے شعبے میں یو ای ٹی سے انجینئر کی ڈگری حاصل کریں گے اور اگر آپ طب کے شعبے سے منسلک ہونا چاہتے ہیں تو کسی میڈیکل یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کریں گے، پھر اس کے بعد ان شعبوں میں مہارت حاصل کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے، جیسا کہ ایم فل اور پی ایچ ڈی ڈگریاں ہیں، اور پھر ان کے بعد پوسٹ ڈاکٹریٹ بھی ہو جائے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ اس سارے پروسس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ایک طالب علم جو کہ اگر بہترین انگریزی اسکولوں سے تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنی زندگی کے ۱۶ یا ۱۷ سال کھپانے کے بعد وہ انجینئر یا میڈیکل ڈاکٹر بنتا ہے، پھر اگر بہت ہی اعلیٰ نمبروں کے حصول کے بعد وہ ایم ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرلے تو پھر کہیں جا کر وہ ایک عام سا محقق اور سائنسدان بنتا ہے، جس کو اپنے شعبے کی محض شُد بد ہی ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ ایک طالب علم جو کہ درسِ نظامی سے فارغ ہو اور تخصص کرنے کے بعد وہ عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرلے تو یہ ایک مشکل کام ہے۔

سوال یہ ہے کہ میں اس کام کو مشکل کیوں کہہ رہا ہوں؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو دینی مدارس سے علماء اور مفتیانِ کرام درسِ نظامی اور تخصص سے فارغ ہو رہے ہیں، وہ انجینئر یا ڈاکٹر نہیں ہوتے، ہاں! البتہ چونکہ ایچ ای سی اُن کو ماسٹرز کے مساوی ڈگری دے دیتی ہے تو اس بنیاد پر وہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے اندر داخلہ لے لیتے ہیں اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کا حصول بھی کر لیتے ہیں، مگر سائنسی شعبوں میں جیسا کہ طب، ارضیات، فلکیات، طبعیات وغیرہ میں یہ ڈگریاں نہیں ہوتیں۔ تو یہ کہنا مناسب نہیں ہوگا کہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ اگر عصری علوم پر مہارت بھی حاصل کرلیں اور عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل بھی کرلیں تو وہ سائنسدان بن جاتے ہیں۔

دوسری گزارش یہ تھی کہ اگر علمائے کرام اور مفتیانِ کرام عصری جامعات سے تحقیق اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں تو تحقیق عالمی معیار کی کرنا ہوگی۔ اب یہ کیسے پتہ چلے گا کہ عالمی معیار کی تحقیق کیسے کی جائے؟ تو اس کے لیے ہم دنیا کی بہترین جامعات کے اندر ہونے والی تحقیق کا اپنی تحقیق سے مقابلہ کرکے دیکھ لیں، اس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ ہماری تحقیق کی کتنی وقعت ہے!۔ نیز ہم یہ بھی کوشش کریں کہ ہماری تحقیق عالمی معیاری سائنسی جرائد کے اندر چھپے اور اس کے لیے ہم Clarivate کی سائنسی جرائد کی لسٹ کے اندر سے اعلیٰ معیار کے سائنسی جرائد منتخب کر سکتے ہیں۔

تیسری گزارش یہ تھی کہ عالمِ اسلام کے اندر بہت ہی اعلیٰ اور معیاری قسم کی تحقیق کا کام مدارس کے نظم کے تحت سرانجام دیا جارہا ہے اور اس کی مثال وہ مقالہ جات ہیں جو کہ بینات، البلاغ، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، وغیرہ اور دیگر جرائد کے اندر چھپ رہے ہیں اور یہ مقالہ جات انتہائی اعلیٰ معیار کے ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ تخصص کے طلبہ اپنے تحقیقی مضامین ان جرائد کی زینت بناتے ہیں، مگر بنیادی طور پر یہ رسائل و جرائد سائنسی نہیں ہیں۔ اب اگر ہمیں سائنسی تحقیق کرنی ہے تو ہمیں اپنی تحقیق کو سائنسی جرائد و رسائل کے اندر چھپوانا ہوگا۔

اسی طرح سے ہمارے اکابرین بار بار یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ مدارس کا مقصد سائنسدان یا انجینئر یا ڈاکٹر پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ ایسے رجالِ کار تیار کرنا ہے جو کہ علومِ اسلامی میں مہارت رکھتے ہوں، تاکہ دین کی خدمت پوری یکسوئی کے ساتھ کرسکیں۔ اب چونکہ کچھ مدارس علمائے کرام کو سائنسی تحقیق اور پی ایچ ڈی کی طرف راغب کررہے ہیں تو ہمیں اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ وہ سائنسی تحقیق کریں اور ان کی سائنسی تحقیق اعلیٰ معیار کی ہو۔

دوسری اہم چیز! اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ مدارس سے بھی سائنسدان اور انجینئر اور میڈیکل ڈاکٹر حضرات کو نکلنا چاہیے تو پھر ان مدارس کی ضرورت کیا ہے؟ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک نئی میڈیکل یونیورسٹی یا انجینئرنگ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لاتے ہیں تو وہ تو پہلے سے ہی موجود ہیں اور نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان کی تعداد ۲۲۹ کے قریب ہے۔ اتنی وافر مقدار موجود ہونے کے باوجود پھر ان نئی یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں کیوں لایا جائے؟ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اس واسطے قیام میں لایا جائے، تاکہ ہم دینی ذہن کے انجینئرز، سائنسدان، اور ڈاکٹر تیار کرسکیں تو سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکے گا؟ اصل میں ان کے اندر داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا تو آپ کیسے یہ قدغن لگائیں گے کہ سارے کے سارے دینی ذہن والے ہی داخلہ لیں گے اور کیسے حکومت اس بات کی اجازت دے گی اور کیسے عالمی ایکریڈیشن باڈیز اُن کی اسناد کو تسلیم کریں گی؟ یعنی یہ عصری علوم کی جامعات مدارس کے نظام کے ماتحت تو نہیں ہیں کہ ان کے اندر صرف اور صرف دینی رجحان کو دیکھتے ہوئے داخلے دیئے جائیں، اس میں تو معاشرے کے تمام طبقات داخلہ لینے کے اہل ہوں گے، اگر وہ میرٹ کی بنیاد پر اُترتے ہوں۔

جب ہم مسلمان سائنسدانوں کی بات کرتے ہیں تو ان میں ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، فخر الدین رازی، ابونصر محمد بن محمد فارابی، ابن سینا، محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام غزالی، اور ابن خلدون قابلِ ذکر ناموں میں نظر آتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر سائنسدان طب، فلکیات، طبعیات، کیمیا، فلسفہ، علم الکائنات (کونیات)، مابعد الطبیعات، منطق، ریاضی اور جغرافیہ وغیرہ سائنسی علوم کے ماہر تھے۔ تو اگر ہمیں

بحیثیت مسلمان سائنس کی دنیا میں اپنا نام پیدا کرنا ہے تو یہ بات ناگریز ہے کہ ہم ان سائنسی علوم پر محنت کریں۔ اگر طب کی دنیا میں مسلمانوں کا نام پیدا کرنا ہے تو پھر طب کے مضامین پر عالمی سطح کی معیاری تحقیق کرنا ہوگی، اگر فلکیات پر مسلمان سائنسدانوں کو سکہ جمانا ہے تو پھر فلکیات پر ہم رسوخ پیدا کریں اور اگر ریاضی کے میدان میں مسلمانوں کا نام پیدا کرنا ہے تو پھر ریاضی کے علوم پر تحقیق کرنا ہوگی۔ اگر بحیثیت قوم ہم یہ چاہتے ہیں کہ پھر ہماری صفوں میں سے البیرونی، رازی، فارابی، ابن سینا، خوارزمی، غزالی اور ابن خلدون جیسے جید سائنسدان پیدا ہوں تو پھر ہمیں سائنس کے میدان میں ترقی کرنا ہوگی اور جیسا کہ ہم اس مضمون کے شروع میں بیان کر چکے ہیں کہ پاکستان میں عصری جامعات اور ان کے اندر ہونے والی تحقیق عالمی سطح اور معیار کی نہیں ہے، لہٰذا خالی ہمارے عزم کرنے سے ہم اس خلا کو پُر نہیں کر پائیں گے، بلکہ اس کے لیے ہمیں اپنی عصری جامعات اور ان میں ہونے والی تحقیق کے معیار کو بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوں گے اور یہ عصری جامعات، ان کے عہدے داران اور پاکستانی سائنسدانوں کا میدان ہے، جس پر وہ ایک حکمتِ عملی تیار کریں اور یہ مدارس کے دائرہ کار کے اندر نہیں آتا۔

اگر ہم تیسری چوتھی صدی کے مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا جائزہ لیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ایک ہی چھت کے نیچے مختلف علوم حاصل کرتے تھے۔ ایک لمحے کے لیے اگر ہم یہ نظام پاکستان میں نافذ کر دیں تو ہمارے پاس پاکستان کے اندر تعلیمی ادارے ہوں گے جو کہ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تدریس بھی دیں گے اور پھر جو طالب علم جس شعبے کے اندر مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس شعبے کو اختیار کر لے گا، مثلاً ایک طالب علم انٹرمیڈیٹ تک دینی اور عصری علوم حاصل کرے گا اور پھر وہ اپنے پسندیدہ شعبے کے اندر مہارت حاصل کرنے کے لیے بیچلرز، ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرے گا، یہاں پر وہ چاہے تو انٹرمیڈیٹ کے بعد طب کے شعبے کو اختیار کر لے اور چاہے تو اسلامی تاریخ کے مضمون کو اختیار کرتے ہوئے اس کے اندر بیچلرز، ماسٹرز، اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کا حصول کرے۔ اس سے یہ ہوگا کہ یہ جتنے بھی مدارس موجود ہیں، وہ اس طریقے سے فعال نہیں رہیں گے جس طرح سے آج کے حالات میں موجود ہیں اور عصری علوم کا تو حال ہم اپنی جامعات میں دیکھ چکے ہیں تو پھر ہم اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔ تو خلاصہ کلام اس سارے مضمون کا یہ ہوا کہ اگر ہم سائنسی دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو عصری جامعات اور ان میں ہونے والی تحقیق کے معیار کو ہمیں بڑھانا ہوگا، نہ کہ مدارس کے نظام کو تبدیل کر کے ان میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم بھی پڑھانے شروع کر دیئے جائیں، وہ بھی اس نیت سے کہ ایسا کرنے سے ان مدارس سے بھی سائنسدان پیدا ہو سکیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....